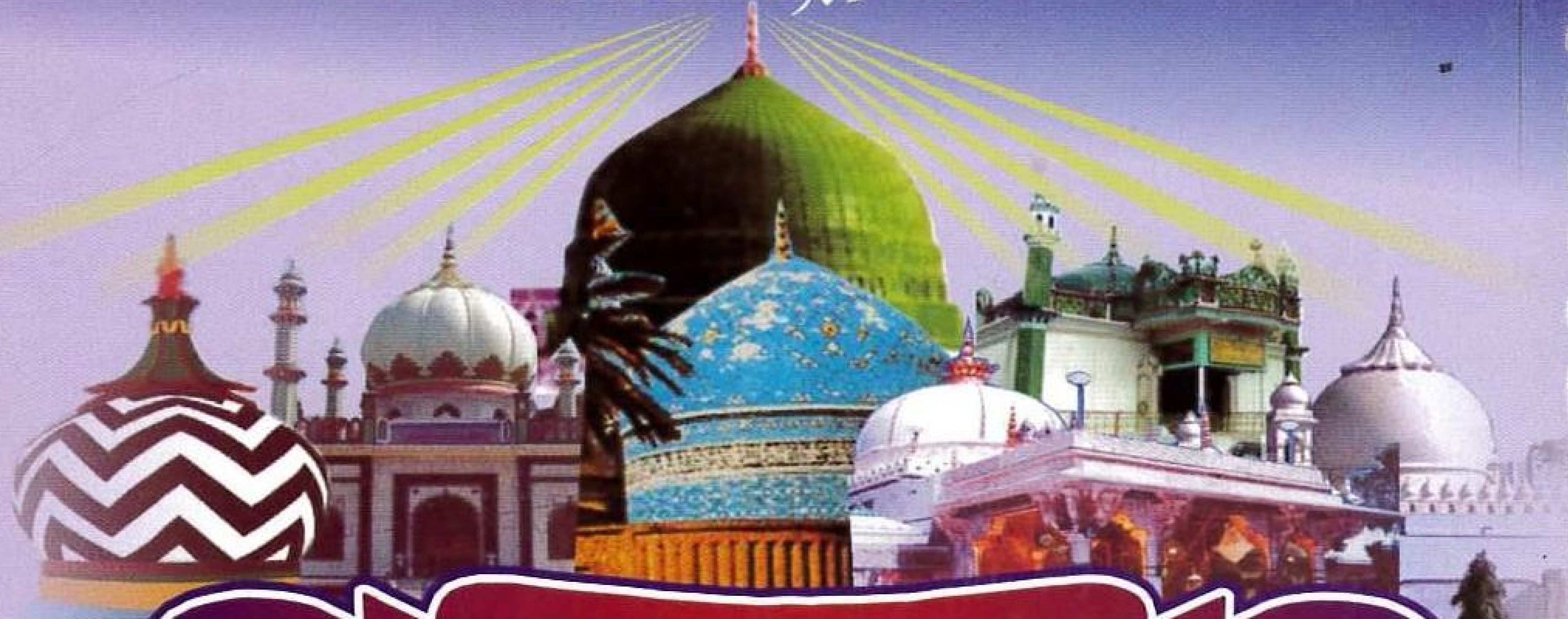
بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

تو عبرت لو اے نگاہ والو



آثار و تبرکات

کی

شرعی حیثیت

تصنیف

حضرت مولانا مفتی محمد اسرائیل مصباحی رضوی فخر نیپال

صدر المدرسین دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی ضلع مہوتری (نیپال)

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین

دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی ضلع مہوتری (نیپال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ

تو عبرت لو اے نگاہ والو

آثار و تبرکات

کی

شرعی حیثیت

تصنیف

حضرت مولانا مفتی محمد اسرائیل مصباحی رضوی فخر نیپال

صدر المدرسین دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی ضلع مہوتری (نیپال)

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین

علی پٹی ضلع مہوتری (نیپال)

سلسلہ اشاعت نمبر ۴

نام کتاب: آثار وتبرکات کی شرعی حیثیت

مصنف: مفتی محمد اسرائیل مصباحی رضوی فخر نیپال

نظر ثانی: الحاج مفتی محمد عثمان رضوی بیلا

پروف ریڈنگ: مولانا محمد فضل یزدانی امجدی

کمپوزنگ: مولانا عبدالرحیم مصباحی پرڑیا (9807896292)

سن اشاعت: ۲۰۱۴ھ ۱۴۳۵ھ

طباعت: پرنٹ آرٹ، پٹنہ

تعداد: ۱۱۰۰

قیمت:

ملنے کے پتے

★ دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی ضلع مہوتری نیپال

★ دارالعلوم محمدیہ برکاتیہ محلہ برکت نگر بھمر پورہ

★ مدرسہ حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر جنکپور ضلع دھنوسا

★ دارالعلوم رضویہ اصلاح المسلمین بھمر پورہ

★ مولانا محمد ذاکر حسین بک سیلر جانکی نگر جنک پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہدیہ تشکر

خالق کائنات جل جلالہ کا بے انتہا شکر و احسان اور اس کے محبوب رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لاکھ لاکھ فضل و رحمت اور اولیاء عظام رضوان اللہ علیہم کا فیضان کرم ہے کہ مجھ بے مایہ کو محبوبانِ بارگاہ کے آثار و تبرکات سے حصول فیوض و برکات کے تعلق سے قرآن و سنت کی روشنی میں کچھ تحریر کرنے کی توفیق ملی۔

بعدہٗ میں اپنے دل کے اتھاہ گہرائیوں سے شکر گذار ہوں اپنے ان احباب کا جنھوں نے قطر میں رہکر خالصاً لوجہ اللہ دست تعاون دراز کیا اور زیر نظر کتابچہ کے طباعت کی تمام تر ذمہ داریاں اپنے سر لے لیا۔ اس طرح طباعت کی تمام دشواریاں سہل ہوگئیں اور یہ کتابچہ زیور طبع سے مزین ہوکر قارئین کے ہاتھ میں ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمارے ان احباب اور ان کے اہل و عیال کو دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور ان کی روزی میں خیر و برکت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم.

محمد اسرائیل مصباحی قادری رضوی نوری

+977 9844030419

☆☆☆

تقریظ گرامی

قائد ملت حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب کلیمی

مفتی شہر مرادآباد وصدر مجلس علماء ہند

اسلام وسنّت اور تاریخ اسلام میں انبیاء عظام و اولیاء کرام اور علماء و مشائخ اعلام سے منسوب آثار وتبرکات کی عظمت و اہمیت کے انکار کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن وحدیث اور فقہ وکلام سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جو ذات والا تبارک اللہ رب العزت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ومقبول ہے ان سے منسوب اور مستفیض ومستنیر شئی بھی قابل افادہ و استفادہ اور باعث برکت وشفاء ہے۔ خاص طور پر ہر عاشق رسول اور محب اولیاء کے لئے زبردست سعادت عظمیٰ ہے۔

آثار وتبرکات کی اہمیت و اولیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک ہر دور میں اس کی اہمیت وعظمت کو تسلیم کیا گیا اور ہر دور کے علماء، فضلاء نے اس موضوع پر کافی تحقیق وتصنیف فرمائی اور امرائے اسلام اور عمائدین ملت نے اپنے اپنے زمانہ میں اسلامی وثقافتی اور تاریخی آثار وتبرکات کے تحفظ وبقا کا سامان بہم پہونچایا۔

زیر نظر رسالہ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی ہے جس کو ملک نیپال کے فاضل لوذعی وعالم لومعی فخر نیپال حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل صاحب مصباحی رضوی مدّظلہ العالی نے رقم فرمایا ہے۔ یہ کتاب مستطاب اپنے موضوع وعنوان کے اعتبار سے نہایت ہی فکری و تحقیقی ہے۔ موصوف نے اپنی اس تصنیف میں قرآن و حدیث اور فقہی جزئیات اور تاریخ اسلام کی روشنی میں یہ ثابت فرمانے کی کوشش کی ہے

کہ آثار وتبرکات کی حیثیت مکمل شرعی ہے اور اس کا انکار ضلالت وگمرہی اور نری جہالت ہے۔ بلکہ بغض رسول اور عناد اولیاء کا آئینہ دار ہے۔

نہایت انشراحِ صدر کے ساتھ میں معترف ہوں کہ یہ رسالہ جہاں مضامین ومباحث کے لحاظ سے محقق ومبرہن ہے وہیں یہ رسالہ ہر دانا وبینا کے لئے بقعہ نور اور قبالہ سرور اور معاندین عشق رسالت کے لئے تازیانہ عبرت ہے۔

اس گرانقدر رسالہ کا تحقیقی ومعلوماتی ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہ رسالہ جماعت اہل سنت کے اس متبحر عالم دین کی نوک قلم کا مظہر ہے جس کو فخر نیپال، امین ملت، مفتی اعظم، مناظر اہلسنت اور جلالۃ العلم حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے نامور تلمیذ ارشد اور ہزاروں علماء اہل سنت کے استاذ الاساتذہ کی حیثیت سے جانا وپہچانا جاتا ہے۔

فقیر راقم السطور حضرت فخر نیپال مدّظلہ العالی کو اس قلمی کارنامہ پر صمیم قلب سے مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ ربّ کریم اپنے محبوب اقدس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل اس رسالہ نافعہ کو قبول فرمائے اور تمامی قارئین کو استفادہ کی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین وما توفیقی الا باللہ۔

فقیر ابوالضیاء **محمد عبد المنان کلیمی** عفی عنہٗ

نزیل جامعہ قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی نیپال

۲۹/ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

آغاز سخن

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تعالی جل جلالہ وعم نوالہ نے اٹھارہ ہزار مخلوقات کو پیدا وہویدا فرمایا۔ ان تمامی مخلوقات میں انسان کو افضل واعلی بنایا اور و لقد کرمنا بنی آدم کے تاج زریں سے نوازا۔ اوران انسانوں سے اپنے کچھ برگزیدہ بندوں کو نبوت سے اور کچھ کو ولایت سے سرفراز فرمایا اوران کے مقامات و درجات کو اللہ تعالی نے قرآن پاک میں جا بجا بیان فرمایا۔ بلکہ جن چیزوں کو بھی اللہ تعالی کے نبیوں اور ولیوں سے نسبت حاصل ہوگئی ان چیزوں کو بھی اللہ تعالی نے اپنی محبوبیت کا مقام عطا فرماتے ہوئے انھیں شعائر اللہ جیسے القاب سے نوازا اوران کی عزت وعظمت اور مقام و مرتبت کو قرآن پاک میں بیان فرمایا جیسے خانہ کعبہ، آبِ زمزم، صفا ومروہ اور مقام ابراہیم کو شعائر اللہ ہونے کا مقام عطا فرمایا اوران کی عزت وعظمت دل میں بسانے کو دل کا ایمان وتقوی بتایا۔

مگر اس دور پرفتن میں کچھ ایسے سر پھیرے لوگ جو نبیوں اور ولیوں کی عزت وعظمت کے منکر اورلب پہ کلمہ دل میں گستاخی کے مصداق ہیں محبوبانِ بارگاہ اوران کے آثار وتبرکات سے فیوض وبرکات حاصل کرنے اوران کی یادگار کو ناجائز وحرام بتاتے ہیں بلکہ شرک تک گردانتے ہیں۔

چنانچہ وہابیوں کا ایک مولوی طاہر نصار عزیز لکھتا ہے:

"ناجائز تبرکات میں سے صالحین (نیکوکار) سے برکت کا حصول بھی ہے اس لئے نہ تو ان کی ذاتوں سے برکت کا حصول جائز ہے اور نہ ہی ان کے آثار سے، نہ ان کی عبادت کی جگہوں سے، نہ ان کی جائے اقامت سے، نہ ان کی قبروں سے اور نہ ہی ان کی قبروں کی زیارت کی خاطر سفر کرنا جائز ہے، نہ وہاں نماز ادا کرنا، نہ انھیں چھونا، نہ ہی وہاں اعتکاف کرنا، نہ ہی ان کی تاریخِ ولادت سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے"۔

اگر اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ لوگ (انبیاء وصالحین) نقصان پہونچا سکتے ہیں یا نفع پہونچا سکتے ہیں یا دے سکتے ہیں یا منع کر سکتے ہیں تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکِ اکبر کا مرتکب ہے۔ البتہ جو شخص ان بزرگ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے برکت کا خواہاں ہو تو وہ شخص بھی ایک بدترین قسم کی بدعت کا مرتکب اور ایک گھناؤنے عمل کا شکار ہے۔"

البدعة واثرها السئی ص: ۸۰، مکتبہ بیت السلام ریاض

طاہر نصار کی کتاب کا جو اقتباس مذکور ہوا اس سے انبیاء کرام و اولیاء عظام کی عظمت و مرتبت اور ان کے تبرکات سے بغاوت و عداوت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

ہمارے چند عزیزان مولوی محمد فضل یزدانی، مولوی رحمت علی اور مولوی محمد عابد حسین سلمہم جو فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ کے پیش

نظر کسبِ معاش کے لئے قطر میں رہتے ہیں ان لوگوں کا بار بار اصرار ہوتا رہا کہ کوئی کتاب تحریر کردیں۔ انھیں لوگوں کے اصرار پر باوجود کثرتِ مصروفیت اور اپنی بگڑتی صحت کے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی خداداد عظمتِ شان اور ان محبوبانِ بارگاہ کے تبرکات سے حصولِ برکت کے تعلق سے چند آیاتِ قرآنیہ واحادیث کریمہ پر مشتمل زیر نظر کتابچہ معرض تحریر میں آیا۔ مجھے اپنی کم علمی و بے مائیگی کا بھرپور احساس ہے اس لئے اہل علم احباب سے گذارش ہے کہ کوئی کمی نظر آئے تو بجائے ہدفِ تنقید کے اصلاح فرمائیں کرم ہوگا۔

محمد اسرائیل مصباحی قادری رضوی نوری

صدر المدرسین دار العلوم قادریہ علی پٹی

ضلع مہوتری (نیپال)

۲۵/ شوال المکرم ۱۴۳۴ھ

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ سید

المرسلین و علیٰ اٰلہ وصحبہ واولیاء امتہ اجمعین

اللہ تعالیٰ کے محبوبین و مقربین کے آثار وتبرکات سے فیوض و برکات حاصل کرنے اوران کی یادگار منانے کے دلائل وشواہد آیات قرآنیہ سے:

(۱) وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْب

ترجمہ: اور جواللہ کے نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دل کی پرہیز گاری سے ہے

(کنزالایمان)

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے شعائراللہ کی تعظیم کرنا دل کا تقویٰ بیان فرمایاہے۔

یہ بات توتمام مسلمانوں کومعلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم یقیناروح ایمان اوراصل ایمان ہے۔مگر کیا اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم بھی دل کا ایمان اور دل کا تقویٰ ہے؟ اب اس چیز کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ شعائر ہیں کیا؟ کہ جس کی تعظیم دل کا تقویٰ ہے۔وہ بھی اللہ ہی ہیں یا اللہ کے سوا کچھ اور۔ جو ہر طرح سے اللہ تعالیٰ سے غیریت رکھتے ہیں۔ یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ شعائر، اللہ کا غیر ہے۔مگر وہ ہرگز ایسے غیر اللہ نہیں جیسا کہ آج کل کے کچھ یہودی صفت سر پھیرے لوگ سمجھتے ہیں۔ اگر ایسے غیر اللہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے غیروں کی ہرگز ہرگز گذر ہی نہیں۔ یوں تو سب کے سب جن کو لوگ غیر اللہ سمجھتے ہیں وہ کل کے کل ایک ہی طرح کے غیر اللہ نہیں بلکہ ان میں کتنے ایسے ہیں جو اہل اللہ (اللہ والے) ہیں اور

کتنے ان اہل اللہ سے نسبت اور تعلق رکھنے والے ہیں۔ تو اب ہمیں اور آپ کو یہ سمجھنا ہے کہ جن شعائر کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا وہ شعائر ہیں کیا؟ تو اس کے تعلق سے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے یا اللہ والوں سے جس چیز کو ایک خاص نسبت ہو جاتی ہے وہ اللہ کا شعائر کہلاتی ہے۔۔

یہ میرا ایک دعویٰ ہے۔ اب اس دعویٰ کی دلیل کے لئے لیجئے قرآن پاک اور الٹئے پارہ/ ۲ رکوع ۳/ اور پڑھئے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

بے شک صفا و مروہ شعائر اللہ سے ہیں۔

صفا اور مروہ یہ دونوں ہیں کیا؟ تو سنئے یہ دونوں پہاڑ ہیں جو کعبہ سے پورب کی جانب کعبہ کے پاس ہی دائیں اور بائیں تھوڑے سے فاصلے پر ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آخر یہ دونوں پہاڑ شعائر اللہ کب سے اور کیوں کر ہو گئے تو اب اس بات کو سمجھنے کے لئے الٹئے بخاری جلد اول کتاب الانبیاء ص ۴۷۴۔۴۷۵ اور دیکھئے ایک طویل حدیث شریف جو شہر مکہ کی آبادی کے تعلق سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہے۔

سرور کائنات فخر موجودات وجہ تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر حضرت ہاجرہ کے بطن سے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ اور فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام جو ابھی چند ہی ایام کے تھے دونوں کو ساتھ لیا اور ملک شام سے نکل پڑے چلتے رہے چلتے رہے یہاں تک کہ وہاں

پہونچ گئے جہاں آج مکہ آباد ہے اور جس جگہ خانہ کعبہ ہے اسی کے سامنے ایک ببول کا درخت تھا وہاں تشریف لائے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل دونوں کو وہاں رکھا۔ ایک تھیلی میں کچھ کھجور اور ایک مشک پانی رکھ دیا۔ وہاں دور دور تک نہ درختوں کا پتہ تھا اور نہ گھاس کا نشان نہ پانی کا پتہ نہ آدمی نہ کسی آدم زاد کا پتہ۔ صرف اور صرف تین افراد ایک حضرت ابراہیم دوسرے حضرت ہاجرہ اور تیسرے ایک شیر خوار بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ دونوں کو وہاں رکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً الٹے قدم واپس آنے لگے حضرت ہاجرہ ان کے پیچھے ہوگئیں کہتی ہیں۔

يَا اِبْرَاهِيْمُ اَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا فِيْ هٰذَا الْوَادِيْ اَلَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ اَنِيْسٌ وَلَا شَيْئٌ

ترجمہ: اے ابراہیم ہم کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں یہاں نہ کوئی مونس و غم خوار ہے اور نہ دور دور تک پانی کا نام و نشان ہے۔ ہم لوگ یہاں کیا کریں؟ کیسے رہیں گے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہ کوئی جواب دیا نہ مڑکر دیکھا، دوبارہ پھر حضرت ہاجرہ نے کہا اے ابراہیم یہاں نہ کوئی سایہ ہے نہ سایہ بان نہ یہاں کوئی آدمی ہے نہ آدم زاد ہر طرف اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں اور گرم گرم ہوا کے جھونکے آرہے ہیں اس سنگلاخ زمین میں کس کے سہارے ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا حضرت ہاجرہ دنیا کے اور عورتوں کے جیسی نہ تھیں کہ سخت کلامی سے پیش آتیں اور دامن پکڑتیں بلکہ حضرت ہاجرہ اللہ کی نیک بندی اور نیک سمجھ والی تھیں فوراً سمجھ گئیں کہ ضرور اس کے اندر کوئی حکمت و راز ہے اب تیسری بار اپنے سوال کا رخ بدل کر

یوں عرض کرتی ہیں آللہُ اَمَرَكَ بِھٰذَا ۔اے ابراہیم کیا اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہم دونوں کو یہاں چھوڑ آؤ ؟ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹھہر گئے اور پیچھے مڑ کر فرماتے ہیں "نعم" ہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

اللہ کی صاحبِ توکل بندی حضرت ہاجرہ جیسے ہی اپنے شوہر نامدار حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ جملہ سنا کہ" ہاں" یہ اللہ کا حکم ہے تو جو قدم آگے بڑھے تھے جم گئے صبر وتوکل سے لبریز ہو کر کہتی ہیں" اِذَنْ لَّا یُضَیِّعُنَا "جب اللہ ہی کا حکم ہے تو اے ابراہیم اب ہمیں کوئی غم وفکر اور پرواہ نہیں ۔ میرا پروردگار مجھکو ضائع و برباد نہیں ہونے دیگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے حضرت ہاجرہ کعبہ کی ٹوٹی پھوٹی دیوار کے پاس ایک ببول کا درخت تھا اس کے سایہ میں آکر بیٹھ گئیں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بہت دور پہونچ گئے جہاں سے ان کی بیوی اور بچے نظر نہیں آرہے تھے تو پہاڑ کی آڑ میں کعبہ کی سمت رخ کر کے کھڑے ہو گئے اور بارگاہ رب ذوالمنن میں یوں عرض کرنے لگے۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ۝ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ۝ پ: ۱۳ ع: ۱۸

ترجمہ:۔ اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد نالے میں بسائی، جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس! اے میرے رب! اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں۔ تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے اور انھیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔ (کنز الایمان)

حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دعا کر کے اپنے وطن ملک شام چلے آئے۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ اس کھجور کی تھیلی سے کھاتیں اور مشک میں جو تھوڑا پانی تھا اس سے پانی پیتیں۔ وہ کھجور اور پانی کب تک اور کتنا کام دیتا، جلد ہی ختم ہو گیا ادھر حضرت ہاجرہ کے سینے میں جو دودھ تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔ ہمارے آقا ارشاد فرماتے ہیں کہ شدت پیاس سے حضرت اسماعیل بے چین و بے قرار ہو کر اس طرح زمین پر اپنے ہاتھ اور پاؤں پٹکنے لگے کہ ہاجرہ تاب نہ لاسکیں۔ انھیں سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کیا جائے پانی کہاں سے لایا جائے۔ حضرت ہاجرہ پانی کے لئے بہت حیران و پریشان تھی۔ ان کے قریب جو پہاڑی تھی اس کا نام "صفا" ہے حضرت ہاجرہ ببول کے درخت کے سایہ میں اپنے نور نظر اسماعیل کو رکھ کر خود صفا پہاڑ پر چڑھ گئیں۔ وہاں سے اپنے بچے کو بھی دیکھ رہی تھیں اور اچک اچک کر دور دور تک پانی تلاش کر رہی تھیں مگر پانی کے کچھ بھی آثار کہیں نظر نہیں آئے نہ ہی کوئی آدمی نظر آیا کہ اس سے پانی کا کوئی سراغ ملے۔ نہایت مایوس و ناامید ہو کر لوٹ آئیں۔ پھر خیال آیا کہ وہ سامنے مروہ پہاڑ ہے وہاں چلا جائے شاید پانی مل جائے وہاں جانے پر بھی سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ حضرت ہاجرہ اسی مایوسی اور بے تابی کے عالم میں صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی جانب چکر لگانے لگیں۔ حضرت ہاجرہ جب صفا پہاڑ سے نیچے آئیں مروہ کی جانب جانے کے ارادہ سے تو ان کے فرزند نظر سے اوجھل ہو گئے ہاجرہ تیز تیز قدم چلنے لگیں تا کہ لختِ جگر نظر آجائیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فَفَعَلَتْ سَبْعَ مَرَّاتٍ یعنی ہاجرہ صفا و مروہ کے درمیان سات بار آئیں اور گئیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلِذٰلِكَ سَعَی النَّاسُ بَیْنَهُمَا اس حدیث کے راوی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے حج اور عمرہ کرنے والے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَی الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتاً ہاجرہ جب ساتویں بار مروہ پر چڑھیں تو انھیں ایک آواز سنائی دی دیکھا کہ ایک فرشتہ آیا اور حضرت اسماعیل اپنا پاؤں زمین پر مار رہے ہیں۔ تو اب انھیں مروہ سے ایک چمک نظر آئی۔ دوڑی ہوئی وہاں سے آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ پاؤں کے نیچے سے ایک چشمہ ابل رہا ہے۔

قارئین کرام! غور کریں کہ حضرت ہاجرہ نے صفا اور مروہ پر جو دوڑ لگائیں تھیں کیا حج کی نیت سے لگائیں تھیں؟ احرام باندھ کر لگائیں تھیں؟ عمرہ کے لئے لگائیں تھیں؟ کیا عبادت کے طور پر لگائیں تھیں؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ پانی کی تلاش میں لگائیں تھیں۔ اب ہاجرہ کے اس دوڑ لگانے کو اللہ تعالیٰ اس طرح پسند کیا کہ اس کو اپنی عبادت کا ایک اہم جز بنا دیا اب کوئی حج کرنے والا حج کرے، عمرہ کرنے والا عمرہ کرے تو اس کا حج و عمرہ اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوگا جب تک کہ اللہ کی ایک نیک بندی حضرت ہاجرہ کی یہ سنت اور یہ ادا نہ پوری کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا پ۲ ع۳

ترجمہ:۔ جو شخص حج یا عمرہ کرے تو صفا و مروہ کا طواف کرے۔

قارئین کرام! حضرت ابن عباس کی روایت کردہ حدیث سے کیا روز روشن کی طرح یہ بات واضح نہیں؟ کہ صفا ومروہ یہ دونوں پہاڑیاں جو غیر اللہ ہیں، وہ شعائر اللہ صرف اور صرف اس لئے ہیں کہ میرے رب نے اپنی ایک محبوب بندی کے قدم سے ان کو فیضیابی عطا کردیا اور ان کے قدموں سے انھیں نسبت ہوگئی تو اب وہی صفا اور مروہ اللہ کہ شعائر ہیں اور وہ ایسے شعائر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ سے نسبت کی بنیاد پر اس کو اپنی عبادت کا جز قرار دے دیا۔ تاکہ اس طرح میرے محبوبوں کی یادگاریں قائم رہیں اور لوگ انھیں تعظیم کے ساتھ قائم رکھیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ طویل حدیث شریف کا باقی ماندہ حصہ دیکھئے اور غور سے پڑھئے۔

زمین سے ابلتے ہوئے پانی کی طرف جب حضرت ہاجرہ دوڑتی ہوئی آئیں تو انھوں نے اِدھر اُدھر سے کچھ ریت جمع کر کے چشمہ کے گرد باندھ بنادیا اور اپنے چلّو سے پانی اٹھا اٹھا کر اپنے مشکیزہ میں بھرنے لگیں۔ اور کہنے لگیں زم زم جس کے معنی ہیں تو ٹھہر تو ٹھہر۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ رحم فرمائے اسماعیل کی والدہ پر اگر زم زم کو چھوڑ دیتیں تو زم زم ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا اور ایک روایت میں ہے لَوْ تَرَكَتْهُ لَكَانَ خَيْرًا لِبَعِيْدِ اگر حضرت ہاجرہ چھوڑ دیتیں تو زم زم کا پانی ابل ابل کر دور دور تک پھیل جاتا۔ حضرت ہاجرہ

نے گھیر الگا دیا تو پانی وہیں تک محدود ہو گیا۔

دیکھئے! اس سنگلاخ اور پتھریلی زمین میں جہاں دور تک پانی کا نشان نہ تھا اس زمین سے پانی نکلا بھی تو اس پانی کو حضرت اسماعیل کے قدم سے نسبت ہو گئی لھذا آب زمزم قدم اسماعیل کی یادگار ہے۔ تو اب اس یادگار کی عظمت دیکھئے کہ دنیا کا اور پانی پینا ہو تو بیٹھ کر پیئیں ۔ مگر جب آب زمزم پینا ہو تو اس کی عزت و عظمت کے پیش نظر کھڑے ہو کر پیئیں اگر کسی کے گوشۂ ذہن میں یہ بات آجائے کہ وضو کا فضالہ یعنی بچا ہوا پانی بھی تو کھڑے ہو کر پیتے ہیں تو اس میں آب زمزم ہی کی کیا تخصیص رہی۔ تو اس کے لئے فقہ کی کتابوں کو الٹ لیجئے اور یہ مسئلہ دیکھ لیجئے کہ وضو کا بچا ہوا پانی تبرکاً پینا ہے تو کھڑے ہو کر پیئے اور پیاس بجھانے کے لئے پینا ہے تو بیٹھ کر پیئے۔ مگر زمزم وہ پانی ہے کہ قدم اسماعیل سے نسبت ہو جانے کی وجہ سے اس کی وہ عظمت ہو گئی کہ آدمی پیٹ بھرنے کے لئے پیئے تو کھڑے ہو کر، تبرکاً پیئے تو کھڑے ہو کر۔ آب زمزم کھڑے ہو کر پینے کی دلیل ملاحظہ کریں۔

بخاری و مسلم کے حوالہ سے مشکوٰۃ کتاب الاشربہ ص ۳۷۰ میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ ۔ متفق علیہ

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک ڈول زمزم کا پانی میں لایا تو آپ نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا

آج ہمارے ملک نیپال کے پہاڑی علاقوں میں جو کنواں ہے اس میں اپریل، مئی کے مہینے میں پانی بہت ہی کم ہو جاتا ہے یا بعض کنواں بالکل خشک ہو

جاتا ہے جب کہ اس کنواں سے بہت ہی مختصر آبادی کے لوگ پانی اپنے استعمال میں لاتے ہیں اسی طرح ملک ہندوستان کے صوبہ راجستھان اور دیگر مختلف مقامات کا یہ حال ہے کہ موسم گرما میں ان مقامات کے کنوؤں میں یا تو پانی بالکل خشک ہوجاتا ہے یا بہت ہی کم ہوجاتا ہے۔ مگر آئیۓ اور دیکھئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بابرکت قدم کی عظمت کہ جس پتھریلی زمین میں دور دور تک پانی کا کوئی نام ونشان نہ تھا بلکہ دور جدید کے بورِنگ کے تمام تر اسلحوں کو بھی اس سرزمین پر اپنی ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔ ایسی سنگلاخ اور پتھریلی سرزمین پر ایک ننھے سے بچے نبی ابن نبی رسول ابن رسول جو اللہ تعالیٰ کے محبوب اور برگزیدہ ہیں انھوں نے اپنی شیر خوارگی کے عالم میں اپنے قدم کو زمین پر رگڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پتھریلی زمین سے پانی کا اتنا بڑا بھنڈار اور خزانہ نکال دیا کہ ہزاروں سال سے پانی نکل رہا ہے مگر کبھی خشک ہونے کا نام نہیں۔ ہر وقت موٹے موٹے پائپ کے ذریعہ مکہ میں اور وہاں سے انڈر گراونڈ پائپ کے ذریعہ مدینہ منورہ تک آب زمزم پہونچایا جاتا ہے اتنی ہی پر بس نہیں بلکہ حج وعمرہ کرنے والے سال میں کروڑوں کی تعداد میں اس پانی کو اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔ بڑے بڑے ڈبّوں میں آب زمزم تبرکاً اپنے اپنے وطن لے جاتے ہیں۔ مگر آج تک یہ نہیں سنا گیا کہ چاہِ زمزم کبھی خشک ہوگیا ہو یا پانی میں کبھی کوئی کمی آئی ہو۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ اپنے فرزند کو گود میں لئے زمزم کے پاس بیٹھیں تھیں۔ اتنے میں قبیلہ بنی جرہم کا ایک قافلہ وہاں سے گذرا۔ کچھ فاصلہ سے دیکھا کہ فضاء میں پرندے اڑ رہے ہیں۔

قافلہ کے سردار نے کہا کہ وہ دیکھو پرندے اڑ رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پانی ہے۔ کچھ لوگ گئے تو دیکھا کہ پانی کا چشمہ ابل رہا ہے اور اس چشمہ کے کنارے ایک حسین وخوبصورت عورت جس کی گود میں ایک بچہ ہے بیٹھی ہے۔ قافلہ والے آئے اور حضرت ہاجرہ سے کہا کہ اجازت ہوتو ہم لوگ اپنا خیمہ اسی جگہ لگائیں اور ہم لوگ بھی رہ جائیں۔ حضرت ہاجرہ نے کہا کہ یہاں رہنے اور پانی پینے کی اجازت تو ہے مگر اس چشمہ پر حقِ مالکانہ میرا ہوگا تم لوگوں کا نہیں۔ ان لوگوں نے شرط منظور کی اور وہیں اپنا خیمہ نصب کردیا شدہ شدہ اور بھی لوگ وہاں آتے گئے اور آباد ہوتے گئے۔ اسی آبادی کا نام آج مکہ ہے۔

المختصر کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے فرزند سے ملنے کا خیال آیا۔ یہاں تشریف لائے حضرت اسماعیل سے ملاقات نہ ہوسکی واپس تشریف لے گئے۔ پھر کچھ دنوں بعد دوبارہ تشریف لائے پھر ملاقات نہ ہوسکی۔ بایں وجہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں بار شکار کے لئے چلے گئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام زیادہ دیر تک وہاں نہیں ٹھہرے۔

(۲) وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى - پ ۱ ع ۱۵

اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔ کنزالایمان

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے مقام ابراہیم کو نماز کا مقام بنانے یعنی دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ مقام ابراہیم ہے کیا؟ کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے کا حکم دے رہا ہے۔ تو اس کو سمجھنے اور جاننے کے لئے پھر بخاری جلد اول

کتاب الانبیاء ص:۶۷۴ کی ورق گردانی کیجئے!

ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک مدت کے بعد تیسری بار اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے کی غرض سے پھر تشریف لائے۔ حضرت اسماعیل زمزم کے کنوئیں کے پاس بیٹھے اپنے تیر کی نوک درست کر رہے تھے اتنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پہونچے۔ باپ اور بیٹے دونوں گلے مل گئے۔

ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمَاعِيلُ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ قَالَ فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ قَالَ وَتُعِينُنِي قَالَ وَأُعِينُكَ

پھر فرمایا اے اسماعیل اللہ نے مجھے ایک حکم دیا ہے عرض کیا جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کیجئے فرمایا تم میری مدد کرو گے عرض کیا میں آپ کی مدد کروں گا۔

قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هٰهُنَا بَيْتًا وَأَشَارَ إِلٰى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلٰى مَا حَوْلَهَا

ترجمہ:۔ فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ یہاں میں ایک گھر بناؤں اور ایک ایسے ٹیلے کی طرف اشارہ فرمایا جو اردگرد سے بلند تھا۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل پتھر لاتے اور حضرت ابراہیم خانہ کعبہ کے دیوار کی جوڑائی کرتے باپ، بیٹا دونوں کعبہ بناتے چلے جارہے ہیں۔ دیواریں اتنی اونچی ہوگئیں کہ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے دیوار کی جوڑائی کرنا مشکل ہوگیا۔

حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ

ترجمہ:۔ جب دیواریں اونچی ہوگئیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام یہ پتھر لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے رکھا جس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو وہ طاقت عطا فرمائی کہ جیسے جیسے دیوار اونچی ہوتی جارہی تھی ویسے ویسے وہ پتھر بھی اونچا ہوتا جاتا تھا۔ اس پتھر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان اپنے سینے میں لے لیا۔ یعنی اس پتھر پر آپ کے قدم کے نشان پڑ گئے۔

فقیر راقم الحروف کی ۲۰۰۶ء میں بغرض زیارت حرمین طیبین مکہ شریف میں جب حاضری ہوئی تو دیکھا کہ کعبہ سے مشرق وشمال کی جانب کچھ ہی فاصلہ پر شیشہ کے ایک گول دائرہ میں وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمِ مبارک کے گہرے نشان ہیں محفوظ رکھے گئے ہیں۔ یہی وہ پتھر ہے جن کو مقام ابراہیم کہا جاتا ہے۔ اور یہی وہ پتھر ہے جس کو حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے اس دھرتی پر تشریف لائے تو اپنے ساتھ لائے تھے۔ تو یہ پتھر جنتی پتھر بھی ہے اور اسی پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ؛ ہو کر کعبہ کی تعمیر فرمائے۔ اس پتھر کو حضرت ابراہیم کے قدم سے نسبت ہو جانے کی وجہ سے اب یہی پتھر مقام ابراہیم کے نام سے بھی موسوم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کے بارے میں یہ نہیں فرماتا وَاتَّخِذُوا مِنۡ مَّقَامِ حَجَرِ الۡجَنَّةِ مُصَلًّى یعنی جنتی پتھر کو نماز کا مقام بناؤ۔ بلکہ یہ فرماتا ہے وَاتَّخِذُوا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى کا مطلب ہے؟ یعنی اے لوگو! یہ پتھر

اگر چہ جنتی پتھر ہے مگر اس کو نماز کا مقام اس لئے بناؤ کہ اس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے کعبہ کی تعمیر کی ہے اور اس پتھر کو قدم ابراہیم سے نسبت ہو گئی ہے۔

دیکھئے! اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے محبوبوں سے نسبت شدہ اشیاء اور ان کی نشانیوں کی عزت کروا رہا ہے اور کتنی تعظیم کروا رہا ہے۔ کتنے ہزار سال گذر گئے۔ دنیا کہاں سے کہاں پہونچ گئی، کتنے بادشاہوں کے قلعے زیر وزبر ہو گئے کتنے سلاطین زمانہ کے تخت وتاج تاراج ہو گئے ایسے کہ ان کے نشانات تک باقی نہ رہے۔ مگر مقام ابراہیم آج بھی ویسے ہی محفوظ ہیں کیوں؟ اس لئے کہ میرے پروردگار نے اسے حضرت ابراہیم کی یادگار کے طور پر محفوظ کر رکھا ہے۔ لہذا جب تک کعبہ رہے گا کعبہ بنانے والے ابراہیم کا نشان قدم بھی رہے گا۔ اور حج وعمرہ کرنے والے جہاں کعبہ کا طواف کریں گے وہیں مقام ابراہیم کی عزت وعظمت کا خطبہ پڑھتے ہوئے اس کو اپنی نماز کا مقام بناتے رہیں گے۔

یہاں اس نکتہ کو بھی یاد رکھئے کہ نماز خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جو غیر اللہ کے لئے نہیں پڑھی جا سکتی مگر اللہ تعالیٰ نے مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھنے کا حکم دیا کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فِيهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيمَ ۝ یعنی مسجد حرام میں مقام ابراہیم کھلی نشانیاں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نشانیوں کی تعظیم دل کا تقویٰ ہے۔ جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا۔ تو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ کر بندہ جہاں خدا کی عبادت کریں وہیں آیات بینات مقام ابراہیم کی تعظیم بھی ہو اور دل کے تقویٰ کا اظہار بھی ہو اور بندہ فیضیاب بھی ہو۔ اسی طرح خانہ کعبہ جو اولاً فرشتوں کی اور ثانیاً حضرت ابراہیم کی تعمیر کردہ پتھر کی چھوٹی سی ایک

چوکور عمارت ہے۔ وہ عمارت اللہ نہیں بلکہ غیر اللہ جس کی نسبت اللہ نے اپنی جانب فرمائی۔ ارشاد فرماتا ہے اَنْ طَهِّرَ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ ۔طواف کرنے والوں کے لئے میرے گھر کعبہ کو خوب ستھرا کرو۔ اس آیت میں کعبہ جو غیر خدا ہے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب فرمایا کہ " بَيْتِيَ " میرا گھر فرمایا۔ اب کعبہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب ہو جانے کی وجہ سے وہ پر عظمت اور قابل صد تعظیم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس گھر کا طواف کروا کر جہاں اپنی بندگی کروا رہا ہے وہیں کعبہ کی تعظیم بھی ہو رہی ہے اور طواف کرنے والوں کو اس کے فیوض و برکات بھی حاصل ہو رہے ہیں۔ اور پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کعبہ جو ہمارا قبلہ ہے ہمارے اور کعبہ کے درمیان کتنے ہزار میل کا فاصلہ ہے اور کتنے حجابات و پردے حائل ہیں اس کے باوجود ہماری شریعت ہمیں قبلہ کی جانب پاؤں پھیلا کر سونے ، بیٹھنے اور اس کی جانب رخ یا پیٹھ کر کے پائخانہ و پیشاب کرنے سے منع کرتی ہے ایسا کیوں؟ تو اس لئے کہ یہ سب کعبہ کی عزت و عظمت کے خلاف ہے۔ معلوم ہوا کہ جو چیز قابل تعظیم ہے وہ ہمارے سامنے ہو یا دور ہو بہر صورت اس کی تعظیم کی جائے گی۔

(3) وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا پ ۴ ع ۱
اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو وہاں تک چل سکے۔
(کنز الایمان)

اس آیت پاک سے معلوم ہوا کہ صاحب استطاعت پر حج کرنا فرض ہے اور حج اللہ تعالیٰ کی عبادتوں سے ایک عبادت ہے۔ جس کی کامل ادائیگی کے لئے کچھ فرائض، کچھ واجبات اور کچھ سنن ہیں۔ چنانچہ حج کے فرائض سے ایک فرض

وقوف عرفہ ہے۔

وقوف عرفہ یہ کیا ہیں؟ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی ایک یادگار ہے وہ اس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا جب جنت سے اس دھرتی پر اتارے گئے تو آدم علیہ السلام ہندوستان کے سرندیپ میں کولمبو پہاڑ پر اور حضرت حوّا جدہ میں اترے اب وہ دونوں اپنی اپنی جگہ سے چلے تو میدان عرفات جو منیٰ سے تقریباً آٹھ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے وہاں دونوں کے درمیان ملاقات اور پہچان ہوئی اور یہ دونوں حضرات کچھ دنوں تک وہاں ٹھہرے۔ اسی وجہ سے اس میدان کا نام عرفات ہوا کہ عرفات کے معنیٰ جان پہچان کے ہیں۔ ان دونوں کی یادگار منانے کے لئے نویں ذی الحجہ کو دن کے کچھ حصہ میں ٹھہرنا حاجیوں کے لئے فرض قرار دیا گیا تاکہ ان دونوں کی باہمی ملاقات و پہچان کی یاد تازہ ہو جائے۔

حج کے واجبات سے کچھ واجبات یہ ہیں

(۱) صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا (۲) سعی کا صفا سے شروع کرنا (۳) مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھنا (۴) رمی جمار (۵) قربانی

صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا:۔

یہ حضرت ہاجرہ کی سنت اور ان کی یادگار ہے جیسا کہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں۔ حضرت ہاجرہ سات چکر لگائی تھیں اور چکر کو صفا پہاڑ سے شروع کیا۔ آج بھی حج و عمرہ کرنے والوں کے لئے واجب ہے کہ سعی کا آغاز صفا سے شروع کریں اور سات ہی چکر لگائیں۔ حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں جب صفا پہاڑ سے نیچے آئیں اور مروہ کی جانب چلیں تو ان کے لخت جگر ان کی نظر سے اوجھل ہو گئے تو

اپنے فرزند کی محبت میں تیز قدم کچھ دور تک چلیں۔ آج بھی سعی کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ دو سبز میلوں کے درمیان تیز قدم چلیں۔ ایسا کیوں؟ تو صرف اور صرف اس لئے کہ حضرت ہاجرہ کی وہ ادا اور ان کی مکمل یاد تازہ ہو جائے اور رہتی دنیا تک لوگ ان کی یادگار مناتے رہیں۔

مقام ابراہیم :۔

اس کے تعلق سے ابھی ابھی میں بتا چکا ہوں کہ وہ ایک پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے اور وہ خانہ کعبہ کے پاس بطور یادگار محفوظ ہے اور وہاں نماز پڑھنا واجب ہے۔

رمی جمار :۔

رمی جمار کیا ہے؟ تو یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادگار ہے۔ بحکم خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ سے منیٰ میں قربانی کرنے چلے جب منیٰ میں پہونچے راہ میں شیطان لعین حائل ہوا اور حضرت اسماعیل کو بہکانے کی کوشش کیا اور کہا کہ اے اسماعیل تمہارے باپ تم کو قربانی کے لئے لے جا رہے ہیں تو حضرت اسماعیل نے کہا کہ ایسا کہیں ہوا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرے شیطان نے کہا کہ تیرے خدا کا یہی حکم ہے۔ حضرت اسماعیل نے کہا کہ جب میرے خدا کا حکم ہے تو میں اس کی راہ میں قربان ہونے کے لئے تیار ہوں۔ تو شیطان معلوم ہوتا ہے جو مجھ کو بہکانے آیا ہے۔ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سات کنکریاں اٹھا کر شیطان کی جانب مارا اور چل پڑے۔ غرضیکہ تین بار شیطان حائل ہوا اور ہر بار آپ نے سات سات کنکریاں

اٹھا کر شیطان کو مارا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس سنت اور یادگار کو برقرار رکھنے کے لئے حاجیوں پر واجب کر دیا گیا کہ جمرات کے پاس سات کنکریاں ماریں تاکہ وہ یادگار تازہ ہو جائے۔

قربانی:۔

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور یادگار ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الاضحیۃ میں حضرت زید بن ارقم کی یہ روایت موجود ہے کہ اصحاب رسول نے بارگاہ رسالت میں یہ عریضہ پیش کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِی یہ قربانی کیا چیز ہے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ۔ اے میرے اصحاب یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔

ارشاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صاف واضح ہے کہ قربانی حضرت ابراہیم کی سنت ہے۔ انہیں کی اس سنت کی یاد تازہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حاجیوں پر اور ہر صاحب نصاب مسلمان پر قربانی واجب فرما دیا۔

حج کی سنتوں سے ایک سنت رمل کرنا ہے۔ رمل کیا ہے؟ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی یادگار ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابیوں کے ہمراہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ سر جھکائے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے۔ کفارانِ مکہ کہنے شروع کئے کہ یہ مسلمان نہایت نحیف و ناتواں اور کمزور ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گوش مبارک تک یہ بات پہونچی تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم فرمایا کہ سینہ تان کر دونوں

شانوں کو ہلاتے ہوئے تیز قدم سے طواف کریں۔ صحابہ کرام سینہ تان کر دونوں شانوں کو ہلاتے ہوئے تیز قدم کے ساتھ طواف کرنا شروع کر دیئے اسی کو رمل کہتے ہیں۔ اب اگر چہ وہ ضرورت نہ رہی مگر صحابہ کرام کی اس سنت کو تازہ کرنے اور ان کی یادگار قائم رکھنے کے لئے ہماری شریعت نے طواف کعبہ کے پہلے تین چکر میں رمل کو سنت قرار دے دیا ہے۔

قارئین کرام! غور کریں کہ حج جو اللہ تعالیٰ کی ایک عبادت ہے اس کے اکثر ارکان میں ایسے افعال واجب قرار دیئے گئے جس سے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے کسی نہ کسی محبوب بندہ کی سنت اور یاد تازہ ہوتی ہے۔ ایسا کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ ہمارے بندے عبادت تو میری کریں اور اس کے ذریعہ ہمارے محبوب بندوں کی یاد تازہ ہو اور اس طرح ہمارے محبوب بندوں کی یادگار لوگ مناتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی یادگار منانے اور ان کے تبرکات سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کے منکرین اور ان کو شرک بتانے والوں سے میری یہ گذارش ہے کہ حج کے ایسے ارکان متعین کریں جن میں اللہ تعالیٰ کے کسی محبوب بندہ کی سنت اور ان کی یادگار نہ ہو اور وہ حج عند اللہ مقبول بھی ہو اور قرآن وحدیث کے خلاف بھی نہ ہو۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو اب ان کے لئے خود لمحۂ فکریہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت دنوں بعد قوم بنی اسرائیل میں ایک نبی حضرت شمویل علیہ السلام تشریف لائے۔ انھوں نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو۔ قوم بنی اسرائیل نے کہا کہ جہاد کرنے سے پہلے ہم میں

ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے ، حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنایا ہے ان کی قوم معترض ہوئی اور کہا کہ طالولت اگر بادشاہ ہے تو اس کی نشانی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(۴) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (پ۲ع۱۵)

ترجمہ:۔ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں کہ حضرت موسیٰ اور ہارون کی آل نے چھوڑے۔ اٹھا ئے ہونگے اسے فرشتے بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔ (کنزالایمان)

تابوت سکینہ :۔

تابوت کے متعلق کہ وہ کیسا تھا اور کب سے ہے اور اس میں کیا کیا چیزیں تھیں ۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر کبیر کے حوالہ سے حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں بدایونی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر نعیمی میں مذکورہ بالا آیت کے تحت تحریر کرتے ہیں کہ یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا۔ جس پر سونے کی چادر چڑھی ہوئی تھی جس کا طول تین ہاتھ اور عرض دو ہاتھ تھا اسے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس میں انبیاء کرام اور ان کے مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دولت خانہ کی تصویر ایک

سرخ یاقوت میں تھی کہ حضور بحالت قیام ورکوع میں ہیں اورآپ کے گرد صحابہ کرام ہیں ۔ یہ صندوق آدم علیہ السلام سے وراثۃً انبیاء کرام میں منتقل ہوتا ہوا موسیٰ علیہ السلام تک پہونچا۔آپ اس میں توریت شریف بھی رکھتے تھے اوراپنا خاص سامان بھی چنانچہ اس میں توریت کی تختیوں کے کچھ ٹکڑے اورآپ کا عصا اورآپ کے کپڑے اور نعلین شریف اور حضرت ہارون کا عمامہ، ان کا عصا اورتھوڑا سامَن جو بنی اسرائیل پر اترتا تھا۔موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کوآگے رکھتے اوراس کی برکت سے فتح حاصل کرتے تھے اس سے بنی اسرائیل کوتسکین بھی رہتی تھی ۔آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں منتقل ہوتا ہواچلا آیا۔جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ اس تابوت کوسامنے رکھ کر دعا کرتے اور کامیاب ہوتے ۔اسی کی برکت سے دشمنوں کے مقابلہ میں فتح پاتے ۔جب ان کی بدعملی حد سے بڑھ گئی تو ان پرقوم عمالقہ مُسلّط ہوگئی جواسرائیلیوں سے یہ تابوت بھی چھین کر لے گئی اوراس کو بے حرمتی سے گندی جگہ پر رکھا تابوت کی اس گستاخی کی وجہ سے قوم عمالقہ سخت بیماریوں اورمصیبتوں میں مبتلا ہوگئی جوکوئی اس کے پاس پیشاب کرتا یا تھوکتا بواسیر میں مبتلا ہوجاتا۔عمالقہ کی پانچ بستیاں بھی تباہ ہوگئیں ۔تب انہیں یقین ہوا کہ یہ مصیبتیں تابوت کی بےادبی کی وجہ سے ہے۔

مذکورہ بالا آیت اوراس کی تفسیر سے چند باتوں کا ثبوت ملتا ہے۔

(ا) جس چیز کو بزرگوں سے نسبت ہوجائے وہ متبرک ہے اوراس سے فیض پہنچتا ہے۔

(ب) بزرگوں کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا سنت انبیاء ہے۔

(ج) بزرگوں کے تبرکات سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں اور دلوں کو چین حاصل ہوتا ہے

(د) بزرگوں کے تبرکات کی بے حرمتی کفار کا طریقہ اور ہلاکت کا سبب ہے کہ تابوت جس میں انبیاء کرام کے تبرکات تھے قوم عمالقہ نے اس کی بے حرمتی کی تو بیماریوں اور ہلاکتوں میں مبتلا ہوگئی۔

(۵) حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ لڑکے تھے ان تمام لڑکوں میں آپ حضرت یوسف علیہ السلام سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی لوگ شکار کے بہانے ان کو جنگل لے گئے اور حضرت یوسف کو چاہ کنعان میں ڈال کر روتے ہوئے گھر آئے اور اپنے باپ حضرت یعقوب سے کہا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزندار جمند یوسف کی جدائی کے غم میں اتنا روئے کہ آپ کی بینائی چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کچھ اور ہی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام چاہ کنعان سے باہر آئے۔ غلام بن کر مصر کے بازار میں بکے۔ کچھ عرصہ کے بعد عزیز مصر یعنی مصر کے بادشاہ بن گئے۔ سخت قحط سالی کی وجہ سے غلہ کی کمی ہوئی ان کے بھائی لوگ غلہ کے لئے عزیز مصر کے دربار میں گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کو پہچان گئے۔ آپ اپنے بھائیوں سے اس انداز میں گفتگو کیا کہ ان کے بھائیوں کو بھی یقین ہوگیا کہ عزیز مصر ہمارے وہی بھائی ہیں جن کو ہم لوگ چاہ کنعان میں ڈبو دیئے تھے۔ ان لوگوں کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں ہماری گردن نہ اڑا دیں۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ۔ سورہ یوسف پارہ ۱۳ کہا آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے۔ پھر یوسف علیہ

السلام اپنے والد بزرگوار کے حالات دریافت کئے۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ کے غم اور جدائی میں ان کی آنکھیں چلی گئیں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ وَجْهِ اَبِيْ يَأْتِ بَصِيْرًا ۔ سورہ یوسف پارہ ۱۳۔ میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

قرآن عظیم فرماتا ہے کہ اِدھر قافلہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا لے کر چلا اُدھر یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں: اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ ۔ بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ کرتا والا آیا۔ قرآن فرماتا ہے: فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۔ سورہ یوسف پارہ ۱۳۔ پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں۔

غور کیجئے! کہ حضرت یوسف علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے ایک محبوب بندہ اور نبی ہیں ان کے جسم اطہر سے ایک کرتا مَس ہو گیا اور کرتا کو ایک نبی سے نسبت ہو گئی تو اس میں وہ تاثیر پیدا ہو گئی کہ یعقوب علیہ السلام جو خود ایک نبی ہیں اس کرتا کے ڈالنے سے ان کی گئی ہوئی بینائی واپس آ گئی اور ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ جس کو قرآن نے "فَارْتَدَّ بَصِيْرًا" سے تعبیر کیا۔ تو جب ایک نبی کے کرتا سے ایک نبی کو فیض پہونچا تو ایک نبی کے تبرکات سے ایک امتی کو فیض نہیں پہونچے گا؟ یقیناً فیض پہونچتا ہے اور پہونچے گا۔ اور فیض حاصل کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوبین ومقربین کے آثار وتبرکات سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کے دلائل احادیث کریمہ سے

مسلم کے حوالہ سے مشکوٰۃ کتاب اللباس میں ہے:

(۱) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ اَنَّهَا اَخْرَجَتْ جُبَّةً طَيَالِسَةً كِسْرَوَانِيَّةً لَهَا لِبْنَةُ دِيبَاجٍ وَفَرْجَيْهَا مَكْفُوفَيْنِ بِالدِّيبَاجِ وَقَالَتْ هٰذِهٖ جُبَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِي بِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؁

ترجمہ:۔ حضرت اسماء بنت ابو بکر سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک طیالسی کسروانیہ جبّہ نکالا جس کا گریبان ریشم کا تھا اور ان کے دونوں دامن ریشم سے سلے ہوئے تھے اور بولیں یہ جبہ ہے رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم کا۔ یہ حضرت عائشہ کے پاس تھا۔ جب وہ وفات پاگئیں تو اسے میں نے لے لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے۔ اب ہم اسے بیماروں کے لئے دھوتے ہیں اس سے شفا حاصل کرتے ہیں اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور حضرت ملا علی قاری رحمہما اللہ اشعۃ اللمعات اور مرقات میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں یہ جبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرما دیا تھا

اور حضرت عائشہ صدیقہ کی حیات میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ساری اولاد وفات پا چکی تھیں سوائے حضرت اسماء بنت ابو بکر کے اس لئے آپ نے ہی بہن ہونے کی وجہ سے بطور میراث یہ جبہ لیا۔

مذکورہ بالا حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت اسماء بنت ابو بکر بطور تبرک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ رکھے ہوئے تھیں۔ جس کو نکال کر صحابہ کرام کو دیکھائیں یہ کہتے ہوئے کہ یہ جبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کی زیارت کرنا سنت صحابہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت اسماء حضور کا جبہ دھو کر بیماروں کو پیلاتی تھیں جس سے بیماروں کو شفا ملتی تھی۔ پتہ چلا کہ حضور کا جبہ دھو کر پینا شفا امراض کے لئے جائز ہے اور یہ سنت صحابہ ہے۔

مسلم جلد اول باب ان السنۃ یوم النحر میں ہے۔

(۲) عَنِ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا رَمٰى رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْجَمْرَةَ وَنَحَرَ نُسُكَهُ وَحَلَّقَ نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَحَلَّقَهُ ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْأَيْسَرَ فَقَالَ احْلِقْ فَحَلَّقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ اقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ۔

ترجمہ:۔ حضرت محمد ابن سیرین حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ کی کنکریاں ماریں اور اونٹوں کو نحر کیا پھر حجام کے سامنے دائیں جانب کی اور اس نے وہ جانب مونڈ دی پھر آپ نے ابو طلحہ انصاری کو بلایا اور ان کو وہ بال دیئے۔ پھر آپ نے بائیں جانب کی اور فرمایا مونڈ دو اس نے مونڈ دی۔ پھر آپ نے وہ بال حضرت ابو طلحہ کو

دیئے اور فرمایا ان بالوں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔

بخاری جلد اول کتاب الوضو میں ہے۔

(۳) عَنْ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ أَنَسٍ فَقَالَ لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔

ترجمہ:۔ حضرت محمد ابن سیرین نے عبیدہ سے کہا ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال شریف ہیں جسے ہم نے حضرت انس یا ان کے اہل سے حاصل کیا ہے۔ عبیدہ نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال میرے پاس ہو یہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

بخاری جلد ثانی کتاب اللباس میں ہے۔

(۴) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ أَرْسَلَنِي أَهْلِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ وَقَبَضَ إِسْرَائِيلُ ثَلَاثَ أَصَابِعَ مِنْ قُصَّةٍ فِيهِ شَعَرٌ مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الْإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِخْضَبَتَهُ فَاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ فَرَأَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا۔

ترجمہ:۔ عثمان بن عبداللہ بن موہب نے کہا کہ میرے گھر والوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک چاندی کا پیالہ دیکر بھیجا۔ اسرائیل نے اپنی تین انگلیاں سکوڑ لیں۔ اس پیالہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے ایک بال تھا جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کچھ ہو جاتا تو وہ ام المومنین

حضرت ام سلمہ کے یہاں ایک برتن بھیجتا میں نے پیالہ میں جھانکا تو چند سرخ بال دیکھائی دیئے۔

بخاری جلد ثانی کتاب الاستیذان میں ہے۔

(۵) عَنْ ثُمَامَةَ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِطَعًا فَيَقِيلُ عِنْدَهَا عَلَى ذَٰلِكَ النِّطَعِ قَالَ فَإِذَا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَتْ مِنْ عَرَقِهِ وَشَعَرِهِ فَجَمَعَتْهُ فِي قَارُورَةٍ ثُمَّ جَمَعَتْهُ فِي سُكٍّ قَالَ فَلَمَّا حَضَرَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْوَفَاةُ أَوْصَى إِلَيَّ أَنْ يُجْعَلَ فِي حَنُوطِهِ مِنْ ذَٰلِكَ السُّكِّ قَالَ فَجُعِلَ فِي حَنُوطِهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ثمامہ سے مروی ہے کہ ام سلیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کا فرش بچھائیں۔ حضور ان کے یہاں اس فرش پر قیلولہ فرماتے اور جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے تو حضور کے پسینے اور بال کو لیتیں اور ایک شیشی میں جمع کرتیں پھر اس کو خوشبو میں جمع کرتیں۔ جب حضرت انس ابن مالک کی وفات کا وقت آیا راوی کہتے ہیں کہ انھوں نے مجھے وصیت کی کہ ان کے حنوط میں اس خوشبو کو ملایا جائے تو ان کے حنوط میں وہ خوشبو ملائی گئی۔

وضاحت:۔

حضرت ام سلیم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں اسی رشتے کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام سلیم کے گھر تشریف لے جاتے اور وہاں قیلولہ فرماتے اور آپ کے قیلولہ فرمانے میں آپ کے جسم انور سے جو پسینہ اور اس کے ساتھ بال نکل آتے حضرت ام سلیم اس کو ایک شیشی میں جمع کر کے خوشبو

میں بساتیں۔

حنوط:۔

خاص اس خوشبو کو کہتے ہیں جو کفن اور مردے کو لگانے کے لئے تیار کی جاتی ہے جس میں کافور اور صندل ہوتا ہے۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہوجائے اور میرے کفن اور جسم پر جو خوشبو ملی جائے گی اس میں حضور کے پسینہ اور بال شریف کو ام سلیم جو خوشبو میں بسا رکھی ہیں بطور تبرک ملا دیئے جائیں۔ چنانچہ حضرت انس کا جب وصال ہوگیا اور آپ کے کفن اور جسم پر جو خوشبو ملی گئی اس میں آپ کی وصیت پر عمل کیا گیا۔

قارئین کرام! حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ سلم کے موئے مبارک اور پسینہ شریف کے تعلق سے جو احادیث کریمہ مذکور ہوئیں ان سے ان باتوں کا ثبوت ملتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر انور کا بال حضرت ابو طلحہ کو عطا فرمایا اور بطور تبرک صحابہ کرام کے درمیان تقسیم کرنے کا حکم فرمایا جس سے حضرت ابو طلحہ نے تقسیم کردیا جن کو بھی حضور کا بال و پسینہ ملا ان لوگوں نے بڑی حفاظت سے تبرک جان کر رکھا اور ایک بال کا ہونا اپنے پاس دنیا و مافیھا سے بہتر تصور کیا اور اسے فیوض اور برکات پاتے رہے۔ بال شریف کو دھو کر شفاء امراض کے لئے پیتے اور پیلاتے رہے۔ معلوم ہوا کہ محبوبان بارگاہ الٰہی کے تبرکات سے فیوض و برکات حاصل کرنا سنت صحابہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اپنے متبعین میں ہدایا اور تبرکات تقسیم کرنا چاہئے۔

بخاری و مسلم کے حوالہ سے مشکوۃ باب الستره میں ہے۔

(٦) عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ ذَالِكَ الْوَضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ۔

ترجمہ:۔ ابی جحیفہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے ابطح مقام میں چمڑے کے سرخ خیمے میں دیکھا اور حضرت بلال کو دیکھا کہ انھوں نے حضور کے وضو کا پانی لیا اور لوگوں کو دیکھا اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں جس نے اس میں سے کچھ پالیا تو اسے مل لیا اور جس نے نہ پایا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔

بخاری جلد اول کتاب الوضوء میں ایک روایت اس طرح ہے۔

(٧) وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ۔

ترجمہ:۔ اور جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو فرماتے تو صحابہ کرام آپ کے وضو کے غسالہ کے لئے اس طرح جھپٹتے کہ آپس میں لڑ پڑیں گے۔

بخاری جلد اول کتاب الوضوء میں ہے۔

(٨) سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَقِعٌ

فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ۔

ترجمہ:۔ راوی کہتے ہیں کہ سائب بن یزید سے میں نے سنا وہ کہتے ہیں کہ میری خالہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں پھر عرض گذار ہوئیں یارسول اللہ یہ میرا بھانجہ بیمار ہے اس کے پاؤں میں درد ہے۔ حضور نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی۔ پھر حضور نے وضو فرمایا میں نے غسالہ مبارکہ پیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے تعلق سے جو احادیث کریمہ ذکر کی گئیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام آپ کے وضو کے غسالہ کو لینے کے لئے تیزی سے ایک دوسرے پر سبقت کرتے۔ جن لوگوں کو غسالہ مبارکہ مل جاتا وہ اپنے چہروں پر مل تے اور جن کو نہیں ملتا وہ غسالہ پانے والے کے ہاتھ کی تری لے لیتے اور اپنے ہاتھ کو تبرکاً اپنے چہروں پر مل لیتے اور بیماری سے شفا پانے کے لئے اس کو پیتے بھی تھے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور انور کے اعضاء مبارکہ کے غسالہ سے فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منع نہ فرمانا جواز کی دلیل ہے۔

(۹) عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَأَىٰ سَعْدٌ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَىٰ مَنْ دُونَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ۔

(بخاری جلد اول کتاب الجہاد)

ترجمہ:۔ مصعب بن سعد نے کہا کہ حضرت سعد کو خیال ہوا کہ ان کو

غیروں پر فضیلت ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری، تمہارے کمزوروں ہی کے صدقے میں مدد کی جاتی ہے اور روزی دی جاتی ہے۔

(۱۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي زَمَانٌ يَغْزُو فِيهِ فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ۔

(بخاری جلد اول کتاب الجہاد)

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا ایک زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائے گا کیا تم میں کوئی وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے تو کہا جائے گا ہاں تو انہیں فتح حاصل ہوگی پھر ایک زمانہ آئے گا تو کہا جائے گا کیا تم میں کوئی وہ ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صحبت پائی ہے تو کہا جائے گا کہ ہاں تو انہیں فتح حاصل ہوگی پھر ایک زمانہ آئے گا تو کہا جائے گا کیا تم میں کوئی وہ ہے جس نے اصحاب نبی کے اصحاب کی صحبت پائی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ ہاں تو انہیں فتح حاصل ہوگی۔

یہ دونوں احادیث کریمہ اس بات کی دلیل ہیں کہ صحابی، تابعین، تبعِ تابعین اور محبوبانِ بارگاہ کے وجود کی وجہ سے ایک دوسرے کو مدد، روزی اور جنگ

میں کامیابی ملتی ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ان محبوبان بارگاہ کی ذات سے وہ فیض ملتا ہے کہ ان کی صحبت میں رہنے والے بھی بافیض اور بابرکت ہوجاتے ہیں نیز اس سے ثابت ہوا کہ صالحین کا توسل جائز ہے۔

بزرگوں کے آثار وتبرکات سے فیوض وبرکات حاصل کرنا فقہائے کرام وعلمائے مجتہدین کے اقوال وافعال کی روشنی میں

مسلم جلد اول کتاب الجنائز حدیث نمبر ۲۰۶۳ میں ہے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا ہم لوگ غسل دے رہے تھے تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ جب غسل سے فارغ ہوجاؤ تو مجھے خبر دینا ام عطیہ کہتی ہیں کہ جب غسل سے فارغ ہوگئے تو آپ کو اطلاع دی گئی۔ حضور نے اپنی چادر پھینک کر دیا اور فرمایا کہ اس کو سب کپڑوں کے نیچے پہنانا۔

شارح مسلم علامہ نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اَلْحِکْمَةُ فِیْ اِشْعَارِهَا بِهٖ تَبْرِیْکُهَا فَفِیْهِ اَلتَّبَرُّكُ بِاٰثَارِ الصَّالِحِیْنَ وَلِبَاسِهِمْ وَ فِیْهِ جَوَازُ تَکْفِیْنِ الْمَرْاَةِ فِیْ ثَوْبِ الرَّجُلِ (نووی شرح مسلم)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے کفن کے لئے اپنی چادر انہیں برکت پہونچانے کے لئے دی تھی۔ لہذا اس حدیث میں صالحین کے آثار اور لباس سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور اس میں مرد کے کپڑوں میں عورت کو کفن دینے کا بھی ثبوت ہے۔

شارح بخاری علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

وَالْحِكْمَةُ فِيهِ التَّبَرُّكُ بِاٰثَارِهِ الشَّرِيفَةِ وَاِنَّمَا اٰخَرَهُ اِلٰى فَرَاغِهِنَّ مِنَ الْغُسْلِ وَلَمْ يَنَاوِلْهُنَّ اِيَّاهُ اَوَّلاً لِيَكُوْنَ قَرِيْبُ الْعَهْدِ مِنْ جَسَدِهِ اِلٰى جَسَدِهَا فَاصِلٌ۔ وَهُوَ اَصْلٌ۔ فِي التَّبَرُّكِ بِاٰثَارِ الصَّالِحِيْنَ۔ (عمدة القاری)

ترجمہ:۔ اپنی چادر عطا فرمانے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے آثار شریفہ سے تبرک حاصل کیا جائے اور غسل سے فراغت کے حصول تک چادر دینے میں تاخیر اور ابتدا میں چادر نہ دینے کی حکمت یہ تھی کہ آپ کے جسم کے ساتھ لمس اور آپ کی صاحبزادی کے جسم کے ساتھ اس چادر کے مَس ہونے میں کوئی وقفہ نہ ہو۔ اور یہ حدیث صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی اصل اور دلیل ہے۔

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں:

وَاَمَرَهُ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بِذَالِكَ لِتَنَالَهَا بَرَكَتُهُ (اکمال المعلم)

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چادر پہنانے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ وہ آپ کی برکت حاصل کرلیں۔

شیخ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

وَالْحِكْمَةُ فِيهِ التَّبَرُّكُ بِاٰثَارِهِ الشَّرِيفَةِ اِلٰى قَوْلِهٖ وَهُوَ اَصْلٌ۔ فِي التَّبَرُّكِ بِاٰثَارِ الصَّالِحِيْنَ۔ (فتح الملهم)

ترجمہ:۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے آثار شریفہ سے تبرک حاصل ہو اور یہ حدیث آثار صالحین کے ساتھ تبرک کے حصول پر دلیل ہے۔

غیر مقلد کا ایک مولوی نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں۔

فَفِيْهِ التَّبَرُّكُ بِاٰثَارِ الصَّالِحِيْنَ (السراج الوهاج)

ترجمہ:۔ اس حدیث شریف میں آثار صالحین کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔

(ماخوذ از شرح صحیح مسلم تصنیف علامہ غلام رسول سعیدی کراچی)

رئیس احمد جعفری اپنی کتاب سیرۃ ائمہ اربعہ میں صفۃ الصفوہ ابن جوزی جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۱ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل جو چار اماموں سے ایک ہیں کہ ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین موئے مبارک تھے آپ نے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد ایک بال داہنی آنکھ پر ایک بائیں آنکھ پر اور ایک زبان پر رکھ دینا۔

شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نزہۃ القاری شرح بخاری جلد اول کے مقدمہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار سے حصول برکت کے بارے میں خیرات الحسان کے حوالہ سے علامہ شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

اِعْلَمْ اَنَّهُ لَمْ يَزِلِ الْعُلَمَاءُ وَذُوالْحَاجَاتِ يَزُوْرُوْنَ قَبْرَهُ وَيَتَوَسَّلُوْنَ عِنْدَهُ فِيْ قَضَاءِ حَوَائِجِهِمْ وَيَرَوْنَ نُجْحَ ذَالِكَ مِنْهُمْ الإِمَامُ الشَّافِعِيُ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ

ترجمہ:۔ جان لے کہ علماء واصحاب حاجات امام صاحب کی قبر کی زیارت کرتے رہے اور قضائے حاجات کے لئے آپ کو وسیلہ پکڑتے رہے اور ان حاجتوں کا

پوارا ہونا دیکھتے رہے۔ان علماء میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی ردالمختار کے مقدمہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

إِنِّي لَاَتَبَرَّكُ بِأَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَجِيُّ اِلٰى قَبْرِهٖ فَاِذَا عَرَضَتْ لِي حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَسَأَلْتُ اللّٰهَ عِنْدَ قَبْرِهٖ فَتُقْضٰى سَرِيْعًا۔

ترجمہ:۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں۔اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس جا کر اللہ سے دعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہوتی ہے۔معلوم ہوا کہ امام شافعی بوقت ضرورت اپنے وطن فلسطین سے حصول برکت کی غرض سے امام اعظم ابوحنیفہ کے مزار پر حاضری کے لئے بغداد کا سفر کرتے تھے۔

نزہۃ القاری کے مقدمہ میں فتح الباری کے حوالہ سے امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کے وصال کے بعد ان کی قبر کی مٹی کے بارے میں ہے کہ دفن کے بعد قبر اطہر سے مشک کی خوشبو اٹھتی تھی۔لوگ دور دور سے آکر مزار پاک کی مٹی لے جانے لگے جس سے گڑھا ہو گیا۔عقیدت مندوں نے لکڑی کا احاطہ بنا دیا پھر لوگ احاطہ کے باہر کی مٹی لے جانے لگے۔اس ظاہر و باہر کرامت کے بعد بہت سے مخالفین مزار اقدس پر آئے اظہار ندامت اور توبہ کیا۔

نزہۃ القاری ہی کے مقدمہ میں طبقات الشافعیۃ الکبریٰ کے حوالہ سے ہے کہ امام بخاری کی وفات کے ایک سال بعد سمرقند میں سخت قحط پڑا۔لوگوں نے

بار بار نماز استسقاء پڑھی، دعائیں مانگی، مگر بارش نہ ہوئی۔ بالآخر ایک مردِ باخدا نے سمرقند کے قاضی سے جا کر کہا: تم شہر والوں کو لے جا کر امام بخاری کے مزار پر حاضر ہو۔ وہاں دعا مانگو امید ہے کہ اللہ عز وجل تمہاری دعا قبول فرمائے گا۔ قاضی شہر، باشندگان سمرقند کو لے کر امام بخاری کے مزار پاک پر حاضر ہوئے۔ لوگوں نے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ رورو کر بارش کے لئے دعائیں کیں۔ امام بخاری سے درخواست کی کہ دعا کے قبول ہونے کی سفارش کردیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ ابھی دعا کر ہی رہے تھے کہ فضا پر بادل چھا گئے اور مسلا دھار بارش ہونے لگی۔ لگا تار سات دن تک ایسی بارش ہوئی کہ لوگوں کو اپنے گھر سمرقند جانا ممکن نہ ہوا۔

ان دونوں واقعہ کو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ نے بھی بشیر القاری شرح بخاری میں قسطلانی کے حوالہ سے تحریر کیا ہے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ شیخ ابو عبد اللہ بن نعمان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "سفینۃ النجا لاہل الالتجا" میں فرمایا کہ صالحین کی قبروں کی حصول برکت کے لئے زیارت مستحب ہے کیوں کہ صالحین کی برکات جس طرح ان کی زندگی میں فیض رساں ہوتی ہے اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی جاری رہتی ہیں ۔اور صالحین کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا ائمہ دین اور علمائے محققین کا معمول رہا ہے۔

شرح صحیح مسلم

احادیث رسول اور زیارت قبور

عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْہَا (مسلم کتاب الجنائز ص ۳۱۴)

ترجمہ:۔ روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو۔

عَنْ أَبِی ہُرَیْرَۃَ قَالَ زَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّہِ فَبَکَی وَ اَبْکَی مَنْ حَوْلَہُ فَقَالَ اسْتَأْذَنْتُ رَبِّی فِی أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَہَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِی وَاسْتَأْذَنْتُہُ فِی أَنْ أَزُوْرَ قَبْرَہَا فَأُذِنَ لِی فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَإِنَّہَا تُذَکِّرُکُمُ الْمَوْتَ

(مسلم کتاب الجنائز ص ۳۱۴)

ترجمہ:۔ روایت ہے ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کے قبر کی زیارت کی تو روئے اور اپنے اردگرد والوں کو رلایا پھر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے اس کی اجازت نہ دی گئی اور ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی اس کی مجھے اجازت دے دی گئی قبروں کی زیارت کیا کرو کہ یہ تم کو موت یاد دلاتی ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کُلَّمَا کَانَ لَیْلَتُہَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ إِلَی الْبَقِیْعِ فَیَقُوْلُ : السَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَأَتَاکُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اللّٰہُمَّ

اغْفِرْ لأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ (مسلم کتاب الجنائز ص ۳۱۳)

ترجمہ:۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے یہاں شب کی باری ہوتی تو آپ آخر رات میں بقیع (مدینہ کا قبرستان) کی طرف نکل جاتے فرماتے اے مومن قوم کے گھر والو تم پر سلام تم سے جس چیز کا وعدہ تھا وہ تمہیں مل گئی کل کی تمہیں مہلت دی ہوئی ہے اور انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں خدا یا بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔

زیارت قبور کے تعلق سے جو احادیث کریمہ ذکر کی گئی اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنی والدہ محترمہ کے قبر کی زیارت فرماتے اور بقیع جو مدینہ منورہ کا قبرستان ہے اس کے قبروں کی زیارت رات کے آخری حصہ میں فرماتے اور صحابہ کرام کو بھی زیارت قبور کا حکم فرماتے جس سے معلوم ہوا کہ قبروں کی زیارت کرنا سنت رسول اور سنت صحابہ ہے اور یہ ایک جائز امر ہے اور جو چیز جائز ہو اس کو اجتماعی یا انفرادی طور پر کیا جائے اور اس کے لئے دور سے سفر کیا جائے یہ سب جائز ہے۔ جیسے تعلیمی، تبلیغی، تجارتی سفر اور علاج ومعالجہ کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔

اب رہی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا اور بعد میں آپ نے اس کی اجازت دے دی۔ تو یہ اس لئے کہ عرب کے لوگ بت پرستی کے عادی تھے اور بت پرستی چھوڑ کر خدا پرست ہوئے چونکہ ابتداء اسلام میں یہ لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے اندیشہ تھا کہ بت پرستی کے عادی

ہونے کی وجہ سے اب قبر پرستی نہ شروع کر دیں۔ جب ان میں اسلام راسخ ہو گیا اور وہ اندیشہ جاتا رہا تو آپ نے ممانعت منسوخ کر دی اور قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت فرمائی۔ جیسے جب شراب حرام ہوئی تو شراب کے برتن استعمال کرنا بھی ممنوع ہو گیا تا کہ لوگ برتن دیکھ کر پھر شراب یاد نہ کر لیں جب لوگ ترکِ شراب کے عادی ہو گئے تو برتنوں کے استعمال کی ممانعت منسوخ ہو گئی۔

☆☆☆

زیارت قبور کے شرعی احکام

قبروں کی زیارت کرنے والا میت کے پیروں کی جانب سے آئے تا کہ میت کو زیارت کرنے والے کے دیکھنے میں دشواری نہ ہو اور السلام علیکم کہے۔ پھر میت کے قبلہ کی جانب بیٹھ جائے اور اسے اختیار ہے کہ میت کے پیروں کی جانب بیٹھے یا چہروں کی جانب پھر اللہ عز وجل کی حمد وثنا کرے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر جس قدر ہو سکے میت کے لئے دعا کرے۔ یہ عام قبروں کی زیارت کا طریقہ ہے۔ اور اگر کسی مقبول بندے کا مزار ہو جس کی برکت کی امید ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صاحب مزار کا وسیلہ پیش کرے۔ بلکہ پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرے کیوں کہ توسل میں سب سے زیادہ عمدہ آپ کی ذات مقدسہ ہے۔ آپ کا وسیلہ پیش کرنے کے بعد آپ کے تمام صالح پیروکاروں کا وسیلہ پیش کرے۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ کو پیش کیا اور دعا کی اے اللہ! پہلے ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے عم محترم کا وسیلہ پیش کر رہے ہیں ہم پر بارش نازل فرما تو فوراً بارش ہو جاتی تھی۔ پھر اپنی حاجات کے پورا ہونے میں اور اپنے گناہوں کی مغفرت میں قبرستان کے صالح بزرگوں کا وسیلہ پیش کرے پھر اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے، اپنے اساتذہ اور اپنے شیخ کے لئے اور اپنے رشتہ داروں کے لئے اور اس قبرستان کے اموات کے لئے اور عام مسلمان اموات کے لئے اور قیامت تک کے اموات کے لئے دعا کرے اور اس قبرستان کے اموات کا بکثرت وسیلہ پیش کرے۔ اور جس شخص کو کوئی کام درپیش ہو وہ قبرستان جائے اور ان کے وسیلہ سے دعا کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان وہ واسطہ ہیں اور یہ چیز شریعت میں ثابت ہے اور تمام دنیائے اسلام نے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام علماء اور اکابر مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں ان سے برکت حاصل کرتے ہیں اور ان کی برکات سے ظاہری اور باطنی طور پر فیضیاب ہوتے ہیں۔

شرح مسلم جلد ثانی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قبر کی تعظیم کے لئے جھکنا اور طواف کرنا حرام ہے۔ سجدۂ تعظیمی کرنا بھی ناجائز اور حرام ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم

قبر کی زیارت کرنے والا سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر میت کو ثواب پہونچائے۔ نہ قبر کو چھوئے نہ بوسہ دے کیوں کہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے البتہ ماں باپ کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ پھولوں اور خوشبودار چیزوں کو قبر پر رکھنا مستحسن ہے

فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم

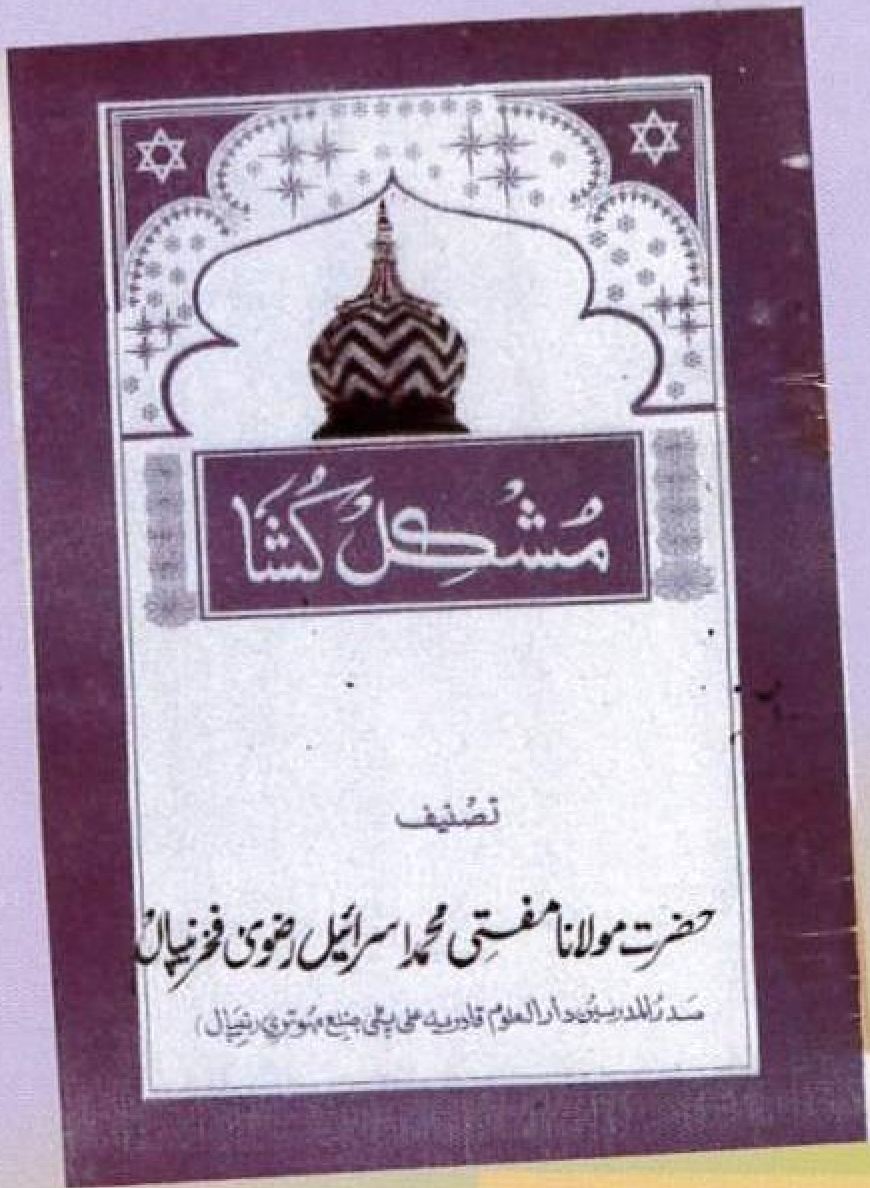
صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی نور اللہ مرقدہ تحریر کرتے ہیں کہ اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً (جوان ہو یا بوڑھی) منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں جزع فزع کریں گی اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گذر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

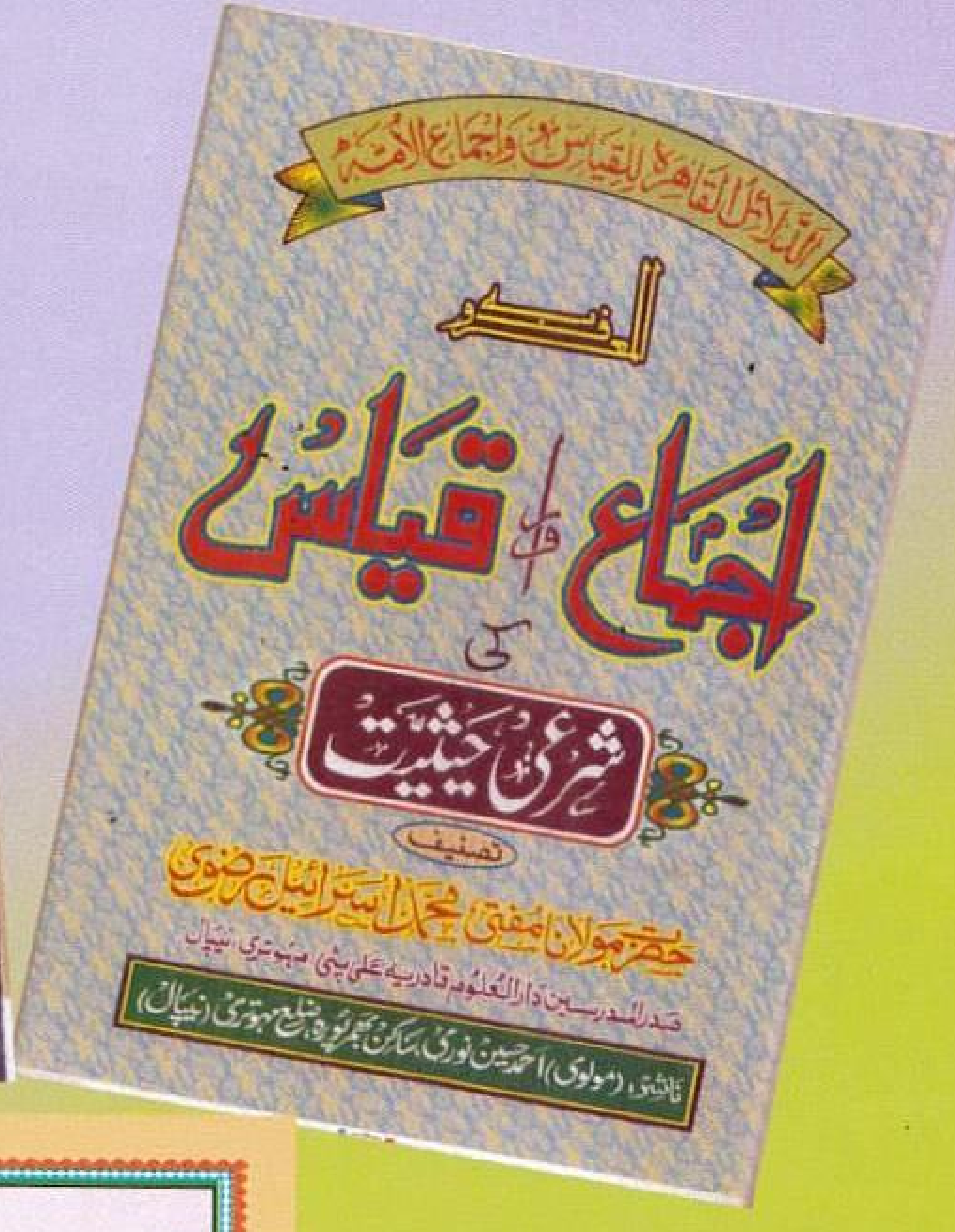
بہار شریعت حصہ چہارم

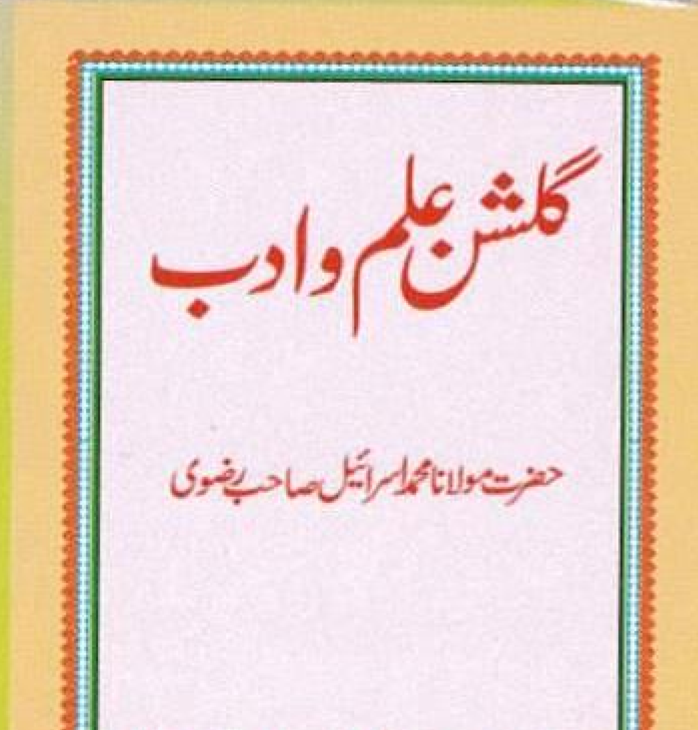
فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے عورتوں کی زیارت قبور کے موضوع پر باضابطہ ایک رسالہ" جمل النور فی نھی النساء عن زیارت القبور "تحریر فرمایا ۔یعنی عورتوں کا قبر پر جانا جائز نہیں۔

آیات مقدسہ، احادیث کریمہ اور فقہائے اسلام کے اقوال و معمولات سے اظہر من الشّمس وابین من الامس یعنی بالکل واضح ہو گیا کہ محبوبان بارگاہ کی یادگار منانا اور ان کے آثار و تبرکات سے فیوض و برکات حاصل کرنا اور زیارت قبور اور ان کے لئے سفر کرنا یہ سب جائز ہے بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا یہ طریقہ رہا ہے۔ یہ تمام چیزیں نہ بدترین بدعت نہ گھناؤنا عمل اور نہ ہی شرک ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم اللّٰھم ارزقنا اتباع خاتم النبیین و اٰلہ الطاھرین اصحاب المھدیین و ائمّۃ المجتھدین وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین و اٰلہ و اصحابہ اجمعین۔







AASAR WA TABARRUKAT KI SHARAI HAISIAT

MAULANA MUFTI MD. ISRAIL RAZVI

DARUL ULOOM QUADRIA MISBAHUL MUSLEMEEN
ALIPATTI, MAHOTTRI (NEPAL)